قیام کے دوران سردار آصف احمد علی نے ترکمن حکام کے ساتھ بامقصد مذاکرات کیے۔ پاکستان اور ترکمنستان نے کشمیر، افغانستان اور تاجکستان کے تنازعات کے پرامن حل کا مطالبہ کیا۔ وزیر خارجہ سردار آصف احمد علی نے ترکمنستان کے نائب وزیر اعظم اور وزیر خارجہ شیخ مرادوف Shikh Maradov کے ساتھ، دونوں وزراء خارجہ کے درمیان جنوری (۹۴) کے معاہدے کی رو سے متعدد ملاقاتیں کی ہیں۔ اس معاہدے کے مطابق دونوں ممالک کے درمیان ہر سال وزراء خارجہ کی سطح پر رابطہ (consultation) ہونا ضروری ہے۔ ملاقات میں دونوں رہنماؤں نے یکساں نقطۂ نظر کا اظہار کیا اور خطّے کے حل طلب مسائل کے پرامن حل کے لیے دونوں ممالک کی خارجہ پالیسیوں میں مزید ہم آہنگی (co-ordination) پیدا کرنے پر زور دیا۔ وزیر خارجہ سردار آصف احمد علی نے ترکمنستان کے غیر جانبدار کردار کے لیے پاکستانی حمایت کا اعادہ کیا۔

اقتصادی شعبے میں دونوں رہنماؤں نے اس عزم کا اعادہ کیا کہ ان کے ممالک مواصلات کی بہتری سے متعلق منصوبوں اور دونوں ممالک کو سڑک اور ریلوے کے ذریعے ملانے، بجلی کی ترسیل اور تیل اور گیس کی پائپ لائنوں کی تعمیر کے منصوبوں کو اوّلین ترجیح سمجھتے رہیں گے۔ ان منصوبوں کے پایۂ تکمیل تک پہنچنے سے وسط ایشیائی ممالک کو جنوب میں کھلے سمندروں تک رسائی کے لیے راہداری مہیا ہوجائے گی۔ علاوہ ازیں انہیں ملکی ضروریات سے فالتووسائل توانائی، تجارتی مال اور دیگر مصنوعات کو عالمی منڈی تک پہنچانے اور بیرونی ممالک سے درآمدات کے لیے گہرے پانیوں تک رسائی کا مختصر ترین راستہ بھی مل جائے گا۔ تجارتی مال اور مصنوعات کی خرید و فروخت کے علاوہ وسط ایشیائی ممالک کو درآمدات کے لیے مختصر ترین بحری راستہ بھی مل جائے گا۔

وسطی ایشیا پر سیمینار

وسطی ایشیا کے ساتھ باہمی سودمند تعلقات، کو فروغ دیا جائے گا۔

رپورٹ: رحیم اللہ یوسف زئی

۲۴ مارچ کو پشاور میں "وسطی ایشیا کے نوآزاد ممالک: درپیش خطرات اور ان سے نمٹنے کے لیے حکمت عملیاں" کے موضوع پر ایک بین الاقوامی سیمینار منعقد ہوا۔ سیمینار کا اہتمام ایریا سٹڈی سنٹر (وسطی ایشیاء)، پشاور یونیورسٹی اور ہانس سیڈل فاؤنڈیشن (جرمنی) کے اشتراک سے کیا گیا تھا۔ اس تین روزہ سیمینار میں وسطی ایشیاء کی ریاستوں سمیت روس، ترکی، ایران، جرمنی، امریکہ اور پاکستان کے

ارباب علم و دانش نے شرکت کی۔ سیمینار کے پہلے روز صبح اور سہ پہر کے اجلاسوں میں ۹ مقالے پڑھے گئے۔ صبح کے اجلاس کی صدارت روس کے یوری گانکووسکی جبکہ سہ پہر کے اجلاس کی صدارت جرمنی کے ڈاکٹر کارل فشر نے کی۔

ایران کے سکالر ڈاکٹر جلیل روشن دل نے اپنے مقالے میں NATO کی توسیع کے تناظر میں پاکستان اور ایران پر زور دیا کہ وہ اپنی حفاظت اور سلامتی کی خاطر ECO کے پلیٹ فارم سے مشترکہ دفاعی حکمتِ عملی اپنائیں۔ افغان بحران اور اس سلسلہ میں پاکستان اور ایران کے کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے انھوں نے دونوں ملکوں پر زور دیا کہ وہ مخاصمانہ حکمتِ عملی اپنانے کی بجائے افغانستان میں امن کی بحالی اور استحکام کے لیے مل کر کام کریں۔ ایرانی سکالر نے اس خدشے کا بھی اظہار کیا کہ پاکستانی حکومت افغانستان میں مغربی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے کام کرنے پر مائل نظر آرہی ہے۔

ترکی کے ایک دانشور ڈاکٹر سوہا بولک باشیاؤ گلو کے سوال کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر جلیل روشن دل نے کہا کہ پاکستان اور ایران کے درمیان مشترکہ دفاعی حکمت عملی پر غور کرتے وقت کوئی وجہ نہیں کہ ترکی کو نظر انداز کیا جائے۔ ترکی اس سے قبل آر سی ڈی (RCD) میں شریک رہا ہے اور اب بھی وہ دونوں ممالک کے ساتھ ECO میں کام کر رہا ہے۔

ترکی کے دانشور سوہا بولک باشیاؤ گلو نے اپنے مقالے میں جنوبی قفقاز کے سلسلہ میں ترک خارجہ پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ان کا ملک آذر بائیجان کی آزادی کے تحفظ اور دفاع سے متعلق اپنے موقف سے انحراف نہیں کرے گا۔ انھوں نے کہا ترکی نگورنو کارا باخ کے مسئلے پر آرمینیا کے خلاف آذر بائیجان کی حمایت کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں باشیاؤ گلو نے مزید کہا:

> "ترکی کی پالیسی ہمیشہ آذر بائیجان پر مرکوز رہی ہے۔ سوویت یونین کے زوال کے بعد سے ترکی نے تمام آذری حکومتوں کا ساتھ دیا، قطع نظر اس کے کہ باکو کے حکمران کمیونسٹ تھے یا قوم پرست"۔

آذر بائیجان کے خلاف روس کی آرمینیا کے لیے حمایت اور اس کے نتیجے میں روس اور ترکی کے درمیان تعلقات پر پڑنے والے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ آذر بائیجان کے خلاف آرمینیا کے حق میں روسی پالیسی سے روس اور ترکی کے درمیان تعلقات شکوک و شبہات کا شکار ہو گئے ہیں۔ روس بھی وسطی ایشیا اور قفقاز کے سلسلہ میں ترکی کی نیت پر شک کرنے لگا ہے۔ انھوں نے کہا روس کے ساتھ تعلقات کی نسبت جارجیا کے ساتھ ترکی کے تعلقات بہتر ہیں۔ کردوں کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ترک دانشور نے اعتراف کیا کہ ترکی میں اگرچہ کردوں کو سیاسی حقوق حاصل ہیں تاہم اپنی ثقافت کے فروغ سے متعلق حقوق سے انہیں محروم رکھا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر پرویز اقبال ترین جو ایریا سٹڈی سنٹر (وسطی ایشیا) میں پڑھاتے ہیں، نے افغان صورت

حال سے متعلق اپنے مقالے میں شورش زدہ افغانستان میں حالیہ خون ریزی کا ذمہ دار بڑی حد تک ذرائع ابلاغ (media) کو ٹھہرایا۔ انھوں نے مغرب کی دوغلی پالیسی کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے کہا کہ ماضی میں افغان مجاہدین کو "زندہ افسانے" [living legends] قرار دینے والا مغرب آج خود ہی انھیں "دہشت گرد" اور "بنیاد پرست" کے القابات سے نواز رہا ہے۔

اسلام کے ساتھ مغرب کے مخاصمانہ رویّے پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر پرویز اقبال ترین نے کہا کہ مغرب امریکہ کی سرپرستی میں افغانستان میں بھی مصر اور الجیریا کی طرح اسلامی احیاء کی راہ میں روڑے اٹکانے کے لیے بے تاب ہے۔ انھوں نے افغان صدر برہان الدین ربانی کے خلاف برسرِپیکار تنظیم طالبان کو ہدف تنقید بناتے ہوئے کہا "یوں لگ رہا ہے کہ افغانستان میں ایسی سرگرمیوں کا آغاز ہو چکا ہے جن کا مقصد ایران کے گرد گھیرا تنگ کرنا ہے"۔ انھوں نے افغان مسئلے پر اقوام متحدہ کے کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اقوام متحدہ افغانستان میں قیامِ امن میں ناکام ہو گیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ بیرونی طاقتوں کی مداخلت کے بغیر خود افغانیوں کو اپنے مسائل حل کرنے کا موقع دینا چاہیے۔ انھوں نے افغانستان میں ایک وسیع البنیاد حکومت کے قیام کو وقت کی ضرورت قرار دیا۔

روس کے ڈاکٹر والدیمیر توراجیف نے وسطی ایشیا کی ریاستوں کے مستقبل کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ ریاستیں گوناگوں معاشرتی، اقتصادی، نسلی اور سیاسی مسائل کے دباؤ کے زیر سایہ غیر مستحکم رہیں گی۔ پڑوسی ممالک اور بیرونی دنیا کی دیگر ریاستوں کی خارجہ پالیسیوں کے متباین اہداف بھی وسطی ایشیاء پر دباؤ کا باعث بنیں گے۔

وسطی ایشیا - روس تعلقات پر تبصرہ کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ امریکہ کے برعکس جسے ان ریاستوں سے محدود دلچسپی ہے روس مخصوص تاریخی، سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی عوامل کی بنا پر خطّے کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔

ازبکستان کے سکالر ڈاکٹر حسن دین ذکورالدین نے اپنے مقالے "ازبکستان میں اسلام" میں اپنے ملک میں اسلامی احیاء اور حکومت کی طرف سے مذہب کے تناظر میں لبرل پالیسیوں کو موضوع بحث بنایا۔ انھوں نے کہا کہ "ازبکستان میں مذہب کو ریاست سے قانون سازی کے ذریعے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ "بنیاد پرست اسلام" کے مقابلے میں "روایتی اسلام" کی قوّت نے حکومت کو "بنیاد پرست اسلام" اور "مذہبی تشدّد" کی راہ روکنے کے سلسلے میں مدد فراہم کی ہے۔"

ازبکستان میں اسلام کی موجودہ صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر حسن دین نے کہا کہ اس وقت ازبکستان میں ۴۴۲۹ مساجد اور ۲۸ مدرسے ہیں۔ قرآن پاک کا ازبک زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے، عیدین جیسے مذہبی تہواروں کے مواقع پر ملک میں عام تعطیل ہوتی ہے۔ ریاست کا سربراہ اپنا عہدہ سنبھالتے وقت قرآن پر حلف لیتا ہے۔ مذہبی کتابیں بازاروں میں کھلے عام فروخت ہو رہی ہیں۔ تقریباً

۳ ہزار حجاج نے گزشتہ برس فریضۂ حج ادا کیا۔ متعدّد عدالتی مقدمات کا فیصلہ شریعت کے مطابق کیا جاتا ہے۔

ایران کے سید رسول موسوی نے اپنے مقالے میں وسطی ایشیاء میں اقتصادی اور سیاسی اثر و رسوخ بڑھانے کے خواہاں ممالک پر زور دیا کہ وہ یک طرفہ کوششوں کی بجائے مل کر کام کریں۔ انھوں نے کہا خطّے میں مفادات کے حصول کے لیے مقابلہ کی بجائے تعاون کے اصول کو اپنایا جائے۔ وسطی ایشیاء میں دلچسپی رکھنے والے ممالک کے درمیان تعاون کے سلسلہ میں انھوں نے ECO اور بحیرہ کیسپئن میں تیل کی تلاش کے دو ممکن شعبوں کی نشاندہی کی۔

وسطی ایشیاء میں مفادات کی جنگ اور اس کے ممکنہ نتائج پر تبصرہ کرتے ہوئے یوری گانکووسکی نے کہا کہ وسطی ایشیا کے حکمران طبقے کے ماضی اور حال کے تباہ کن کردار کے علاوہ یہاں کے مختلف سیاسی اور نسلی گروہوں کی طرف سے بیوروکریٹس (نوکرشاہی) کے ساتھ گٹھ جوڑ کے نتیجے میں اقتدار اور سرمائے پر قبضے کے لیے دوڑ دھوپ نے وسطی ایشیا میں قانون کی حکمرانی، جمہوریت اور اصلاحات کا مستقبل مخدوش بنا دیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ حکمران طبقہ رضاکارانہ طور پر حکومت سے قطعاً دستبردار نہیں ہوگا۔ چنانچہ ان کی ہٹ دھرمی بیرونی مداخلت کا باعث بن سکتی ہے۔ جس کے نتیجے میں خطہ تیسری عالمگیر جنگ کا میدان بن سکتا ہے۔

انھوں نے سوویت یونین کے زوال کے اسباب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ سوویت زعماء کی اقتدار کے لیے ہوس اور دیگر ممالک میں ان کی مداخلت کی پالیسیوں نے سوویت یونین کا شیرازہ بکھیر دیا۔ انھوں نے کہا کہ موجودہ رشین فیڈریشن کی کوئی متعین خارجہ پالیسی نہیں ہے۔ انھوں نے گذشتہ دنوں روسی ایوان زیریں (ڈوما) کی طرف سے سوویت یونین کی بحالی کے لیے پاس کی گئی قرارداد کو آمدہ صدارتی انتخابات میں کمیونسٹ نواز عناصر کی حمایت حاصل کرنے کے لیے ایک سیاسی چال قرار دیا۔

جرمنی کے دانشور فریڈمین ملر نے اپنے مقالے میں سوویت نظام کو وسطی ایشیا کے سیاسی، اقتصادی اور ماحولیاتی انحطاط کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ وسطی ایشیاء کے وسائل توانائی اور معدنیات کی اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ یہ وسائل اگرچہ عالمی معیارات کے مطابق لامحدود نہیں ہیں۔ تاہم اگر انہیں پوری طرح بروئے کار لایا جائے توان کی اہمیت مسلّمہ ہے۔

فریڈمین ملر نے وسطی ایشیاء کی پانچوں ریاستوں کے باہمی روابط کے فقدان کو بھی ترقی کی راہ میں رکاوٹ قرار دیا۔ جس کے لیے بقول ان کے پانچوں ریاستیں یکساں مجرم ہیں۔ انھوں نے ان ریاستوں میں تجارتی اصلاحات کے نفاذ کے دوران مغرب کی تقلید کو ضروری نہیں گردانا۔

روسی دانشور اور سابق صحافی ڈاکٹر نکولائی ارماچکن سیمینار کے پہلے روز آخری مقرر تھے۔ انھوں نے اپنی تقریر میں روس اور وسطی ایشیاء کے درمیان تعلقات پر بحث کے دوران ان ریاستوں میں "سیاسی جبر" مخصوص اقتصادی عوامل اور روسی اقلیتوں کی موجودگی جیسے (irritants) کی نشاندہی کی۔ چیچنیا سے

متعلق ایک سوال کے جواب میں ڈاکٹر نکولائی ارماچکن نے چیچنیا کو روس کے رستے ہوئے ناسور سے تشبیہ دی۔ تاہم انھوں نے چیچن رہنما جوہر دودائیف کے ساتھ "معاملہ" کو خارج ازامکان قرار دیا۔ تاجکستان میں روسی فوج کی موجودگی کو انھوں نے ماسکو اور دوشنبے کے درمیان ہونے والے معاہدے کا نتیجہ قرار دے کر اس کا دفاع کیا۔ انھوں نے کمیونسٹوں کے غلبہ کی حامل روسی ایوانِ زیریں (ڈوما) کی طرف سے حال ہی میں سوویت یونین کی از سر نو بحالی کی قرار داد کی منظوری کے باوجود سوویت یونین کا احیاء خارج ازامکان قرار دیا۔

سیمینار کے آخری روز پانچ مقالے پڑھے گئے۔ اس روز اجلاس کی صدارت ایریا سٹڈی سنٹر (وسطی ایشیاء) کے ڈائریکٹر ڈاکٹر عظمت حیات خان نے کی۔ اجلاس کے پہلے مقرر ایران کے ہاشم نصیری نے اپنے مقالے میں مفادات کے ٹکراؤ کے نتیجے میں وسطی ایشیا میں اثرورسوخ بڑھانے کے خواہاں ممالک کے درمیان محاذ آرائی کے امکان کو مسترد کر دیا۔ ان کے بقول تمام ممالک خطے میں اپنے مفادات کے حصول کے لیے پائیدار استحکام کے خواہاں ہوں گے چنانچہ اس تناظر میں وہ استحکام کے منافی سرگرمیوں سے احتراز کریں گے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے حریف ممالک کے درمیان "نظریاتی جنگ" کے پھوٹ پڑنے کے امکان کو بھی مسترد کر دیا۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ تمام پڑوسی ممالک افغانستان میں امن کی بحالی اور اس کے نتیجے میں خطے کا استحکام چاہتے ہیں۔

انھوں نے اس بات کی تردید کی کہ ایران وسط ایشیائی ممالک کی طرف سے سمندر تک رسائی کے لیے پاکستانی سرزمین استعمال کرنے کی مخالفت کرتا ہے کیونکہ وہ وسط ایشیائی ریاستوں کو اپنا تجارتی سامان کھلے سمندروں تک پہنچانے کے لیے ایرانی سرزمین کے استعمال پر راضی کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ انہوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ جتنے زیادہ تجارتی روٹس استعمال ہوں گے اتنے ہی بڑے پیمانے پر وسطی ایشیا کی ان landlocked ریاستوں میں اقتصادی سرگرمیوں اور سیاسی استحکام کو فروغ ملے گا۔

ڈاکٹر گوگا خدویاتوف (ازبک وزارت خارجہ کے مشیر) نے خطے کی جغرافیائی اور سیاسی صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ازبکستان اور وسطی ایشیا کی دوسری ریاستیں اپنے محل وقوع کے باعث یورپ اور باقی ایشیائی ممالک کے درمیان رابطے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ چنانچہ وہ اس پورے خطے کی سیاست اور معیشت میں نمایاں کردار ادا کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔

ازبکستان میں تعلیم، وسائل اور ترقی یافتہ انفراسٹرکچر کے نمایاں خدوخال کا حوالہ دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ اگر ازبکستان کو افغانستان کے راستے پاکستانی سواحل کے ذریعے بحیرۂ عرب سے ملا دیا جائے تو اس کے مفید اثرات پورے خطے پر مرتب ہوں گے۔ اس پر مستزاد یہ کہ افغانستان سے گزرنے والی ریلوے لائن کے نتیجے میں افغان معیشت پر پڑنے والے مثبت اثرات سے ملک میں جاری خانۂ

جنگی کے خاتمے میں بھی مدد مل سکے گی۔

پشاور یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر اور ایریا سٹڈی سنٹر کے ریٹائرڈ ڈائریکٹر محمد انور خان نے "اسلام اور تاجکستان میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ" کے نام سے تاجکستان کے مصنف شمس الحق کی کتاب کے تعارف، تجزیے اور تبصرے پر مبنی مقالہ پڑھا۔ اس کتاب کی اشاعت ۱۹۹۵ء میں ایران میں ہوئی ہے۔

کتاب میں تاجکستان کے تنازعہ سے متعلق تاجک حزب اختلاف کا نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہے۔ کتاب میں اس معروف پروپیگنڈہ کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ تاجکستان کے اسلام پسند اقتدار کے رسیا، جاگیردارانہ ذہنیت کے مالک اور بنیاد پرست ہیں۔ کتاب میں تاجکستان کی تاریخ، اس کی موجودہ سیاسی اور فوجی صورت حال اور روسیوں کی مدد سے دوشنبے میں اسلام پسند اور جمہوریت نواز عناصر کی حکومت کا تختہ الٹ کر مسند اقتدار پر کمیونسٹوں کے قبضے سے متعلق حقائق سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ ایک سوال کے جواب میں ڈاکٹر انور خان نے کہا کہ سید جمال الدین افغانی اور دوسرے مشاہیر کی طرف سے اختیار کردہ "پان اسلام ازم" کی تحریک محض ایک تخیل پر مبنی تھی۔ جب کتاب کے بارے میں ان کی ذاتی رائے پوچھی گئی تو انھوں نے محض اتنا کہا "میری ہمدردیاں تاجکستان کے اسلام پسندوں کے ساتھ ہیں"۔

غلام رضا علی بابائی ایرانی دفتر خارجہ میں کام کرتے رہے ہیں۔ وہ پاکستان میں بھی کچھ عرصہ تک سفارتی ذمہ داریاں انجام دیتے رہے ہیں۔ روس اور ایران کے درمیان تعاون کے مضمرات پر تبصرہ کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ دونوں ممالک کے درمیان تعاون سے وسطی ایشیاء میں امریکی تسلط کی مزاحمت میں مدد ملے گی۔ غلام رضا علی نے مزید کہا "ایران کے سامنے مغربی دباؤ کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک راستہ روس کے ساتھ بہتر تعلقات کی صورت میں کھلا ہے"۔

انھوں نے دونوں ملکوں کے درمیان دو طرفہ تعاون کے شعبوں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ایران روس سے پرامن استعمال کے لیے ایٹمی ری ایکٹر اور اس سے متعلقہ تکنیکی امداد کا خواہاں ہے۔ اس کے بدلے میں ایران روس کی بعض اقتصادی ضروریات پوری کر سکتا ہے۔ انھوں نے کہا ایران اور روس باہمی مفاد میں سیاسی اور فوجی سطح پر بھی تعاون کو فروغ دے سکتے ہیں۔ کیونکہ ہر ملک کو اپنی ضروریات کی تکمیل کے سلسلہ میں بہتر متبادل تلاش کرنے کا حق حاصل ہے۔ آخر پاکستان بھی امریکی F-16 طیاروں کے متبادل کے طور پر روس سے MIG-29 طیاروں کی خریداری کے امکانات پر غور کر رہا ہے۔

سیمینار کی آخری مقرر پشاور یونیورسٹی کی پروفیسر نسرین غفران نے سرد جنگ کے خاتمہ کے بعد دنیا بھر میں پناہ گزینوں کی حالتِ زار پر بحث کرتے ہوئے تاجک تارکین وطن کے مسائل کو

موضوع بحث بنایا۔ انھوں نے کہا کہ خطّے میں پہلے سے موجود نسلی اور سیاسی کشید گیوں کے تناظر میں مہاجرین کا مسئلہ وسطی ایشیاء کے ممالک کے لیے ایک نیا چیلنج بن کر سامنے آیا ہے۔

افغانستان میں تاجک مہاجرین کی آمد کے سلسلے میں انھوں نے کہا کہ تباہ حال افغانستان نے اگرچہ ان مہاجرین کو خوش آمدید تو نہیں کہا مگر وہ انہیں دریائے آمو پار کر کے اپنے صوبوں کندوز، بدخشاں اور تخار میں داخل ہونے سے روک بھی نہیں سکا ہے۔ تاجک مسئلے کے حل نہ ہونے کے باعث افغانستان کے شمال میں متعدّد تاجک مہاجرین اب بھی خیموں میں رہنے پر مجبور ہیں۔

پاکستان کے ممتاز سکالر راس مسعود حسین نے سیمینار کی کارروائی کا خلاصہ پیش کیا۔ جبکہ پشاور یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر فرزند علی درانی نے سیمینار کے شرکاء سے الوداعی خطاب کیا۔

یوں "وسطی ایشیا" پر یہ بین الاقوامی سیمینار ۲۶ مارچ کو اس حوصلہ افزا نوٹ کے ساتھ اختتام کو پہنچا کہ وسطی ایشیاء کے ممالک کے ساتھ باہمی طور پر سود مند تعلقات کو فروغ دیا جائے گا۔

ترجمہ و تلخیص: محمد ارشد خان (بشکریہ روز نامہ دی نیوز راولپنڈی/اسلام آباد)

مدیر کے نام

محب الحق صاحبزادہ، اسلام آباد

مارچ - اپریل ۹۶ء کا شمارہ پیش نظر ہے۔ جناب اشفاق احمد وڑائچ کی تجویز سے تحریک ملی کہ اپنی خلش آپ سے بیان کر دوں۔ سرورق مجھے بھی جچ نہیں رہا تھا لیکن کیسا ہو یہ بات ذہن میں واضح نہیں۔ موجودہ سرورق تصوّر کو پیچھے لے جاتا ہے۔ گویا رجعت قہقری ہے۔ بخارا کا دور زوال آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتا ہے جو صحیح اسلامی تہذیب کا کوئی اچھا نمائندہ نہیں تھا۔ مضامین تروتازہ ہیں تو نقش بھی کُہن اچھا نہیں لگتا۔

آپ روس کا تعاقب بہت خوبصورتی سے کر رہے ہیں اور متنوع مضامین دلچسپ اور معلومات افزا ہوتے ہیں۔ چند دن پہلے کسی اخبار یا رسالے میں ایک بات سامنے آئی تھی کہ روسی منصوبہ سازوں نے سن ۲۰۰۵ء تک "سوویت یونین" کے احیاء کا پروگرام مرتب کیا ہوا ہے۔ اس کے ابتدائی آثار بیلو روس کے ادغام اور قازقستان، کرغیزیا، آذربائیجان وغیرہ کے ساتھ مخصوص معاہدات سے واضح ہو رہے ہیں۔ اس پروگرام کو جتنا سنجیدہ لیا جا رہا ہے اس کا اندازہ اس ایک تنبیہی فقرے سے لگایا جا سکتا ہے کہ "۲۰۰۵ء تک sovietization کی تکمیل نہ ہو پائی تو پھر کبھی نہ ہو گی"۔ ظاہری اختلاف کے باوجود اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ سوویت احیاء اصلاً کمیونسٹ پارٹی کا نعرہ ہے، روس کی سبھی قابلِ ذکر پارٹیاں اور گروہ اس پروگرام پر متفق ہیں۔ فرق عمل درآمد کے انداز کا ہے۔ میرا خیال ہے کہ غیر فوجی اور نرم